۸ سر سید کا بچپن

اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

پڑھنا
- عبارت کو اس کے اسلوب اور بیان کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاص مقاصد کے لیے پڑھ سکیں۔
- مختلف مقاصد کے لیے مرتب کردہ دفتری اور عدالتی مواد (داخلہ فارم، اقرار نامے برائے تعلیمی اسناد، دعوت نامے، رسید برائے خریداری، تہنیت نامے، عرضی وغیرہ) پر مبنی متن پڑھ سکیں اور اس کے مقصد و تحریر کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔
- پڑھے گئے متن کے کسی حصے کو دہراتے ہوئے حوالوں اور دلائل کے ساتھ اظہار خیال کر سکیں۔

لکھنا
- منتخب اقتباسات (انگریزی سے اردو) کے اصل معانی و مفہوم اور مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے تراجم کر سکیں۔
- خاکہ نویسی / شخصیت نگاری (سنجیدہ / فکاہیہ) کر سکیں۔

قواعد / زبان شناسی
- جملے کی ساخت، بناوٹ، روز مرہ اور محاورے کے لحاظ سے غلط فقرات / جملوں کی درستی کر سکیں۔

خاص	اَشراف	بہ تدریج	جبِلّی	چُنید	خصلتیں
الفاظ	دِیوان خانہ	رَفتہ رَفتہ	ریاضَت	صَریح	گیڑیاں

ہدایات برائے اساتذہ کرام

- طلبہ کو ترجمے کی روایت اور اہمیت سے آگاہ کریں اور انگریزی سے اردو ترجمہ کرتے وقت پیش آنے والی مشکلات کی وضاحت اور انھیں دُور کرنے کے حوالے سے رہ نمائی کریں۔
- طلبہ کو مولوی عبدالحق کا لکھا ہوا خاکہ "نام دیو۔مالی" پڑھنے کے لیے دیں اور نام دیو کی شخصیت کے نمایاں پہلو لکھنے کا کہیں تاکہ طلبہ خود بھی خاکہ نگاری / مرقع نگاری کرنے کے اہل ہو سکیں۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ (۱۸۳۷ء۔۱۹۱۴ء)

نام خواجہ الطاف حسین اور تخلص حالی تھا۔ مشرقی پنجاب کے ایک مشہور قصبے پانی پت میں پیدا ہوئے۔ سترہ سال کی عمر میں دہلی چلے گئے جہاں تحصیلِ علم اور مشقِ سخن میں مشغول ہوئے۔ یہیں میرزا غالب سے فنِ شعر میں اصلاح لی۔ ۱۸۵۷ء سے پہلے اور بعد تک قدیم رنگ میں غزلیں کہتے تھے۔ مرزا غالب کی وفات کے بعد لاہور پہنچے اور گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازم ہو گئے۔ اس زمانے میں محمد حسین آزاد بھی لاہور میں تھے۔ یہاں انھوں نے انجمن پنجاب کے مشاعروں کے لیے نظمیں لکھنی شروع کیں۔ اِن نظموں میں "برکھارت"، "نشاطِ امید"، "حبِّ وطن" اور "مناظرۂ رحم و انصاف" بہت مشہور ہوئیں۔

حالی اُردو شاعری میں مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ سب سے پہلے انھوں نے ہی زُلف و رُخسار، گل و بلبل اور ساقی و ساغر کی علامتوں سے نکل کر فطری اور ملی شاعری کی بنیاد رکھی۔ اُن کی شاعری اردو میں حقیقت نگاری اور جدیدیت کی عمدہ مثال ہے۔ سرسید کے ساتھ حالی قومی تحریک میں شامل تھے۔ حالیؔ قومی نظمیں اس تحریک کے زمانے کی یادگار ہیں جن میں ان کی مشہور نظم مدّوجزرِ اسلام، معروف بہ مسدسِ حالی بھی شامل ہے جو سادگی کا مرقع ہے اور اثر انگیزی میں اپنی مثال آپ ہے۔ انھوں نے رباعیات اور قطعات بھی لکھے، جن میں مقصدیت اور اخلاقیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

حالیؔ نظموں کی بڑی خوبی زبان اور بیان کی سادگی ہے۔ انھیں اُردو ادب میں کئی اعتبار سے انفرادیت حاصل ہے۔ وہ اُردو کے پہلے جدید شاعر ہونے کے علاوہ مقدمہ شعر و شاعری کے حوالے سے اُردو کے پہلے نظریہ ساز نقاد بھی ہیں۔

پڑھیں

> **پڑھنے سے پہلے**
>
> - اردو زبان وادب میں سرسید احمد خان کی خدمات کیا ہیں؟
> - الطاف حسین حالی کی کسی ایک کتاب کا نام بتایئے۔

سرسید کے خاندان کا حال جس قدر کہ ہم نے لکھا ہے شاید ناظرین کتاب میں اِس کو ضرورت سے زیادہ خیال کریں لیکن بائیو گرافی کا اصل مقصد جو ہیرو کے اخلاق وعادات وخیالات کا دنیا پر روشن کرنا ہے۔ وہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک یہ نہ دکھایا جائے کہ ہیرو میں یہ اخلاق وعادات اور خیالات کہاں سے آئے؟ اور اُن کی بنیاد اُس میں کیوں کر پڑی؟ انسان میں کچھ خصلتیں جبلی ہوتی ہیں جو آباؤاجداد سے بہ طور میراث کے اس کو پہنچتی ہیں اور زیادہ تر وہ اخلاق وعادات ہوتے ہیں جو بچپن میں نامعلوم طور پر وہ اپنے خاندان کی سوسائٹی سے اکتساب کرتا ہے اور جو رفتہ رفتہ اس درجے تک پہنچ جاتے ہیں جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے لیکن آدمی اپنی جبلت سے نہیں ٹل سکتا۔ پس ہیرو کے خاندان کا حال؛ جس میں وہ پیدا ہوا اور اُس سوسائٹی کا حال؛ جس میں اُس نے نشو ونما پائی، در حقیقت ہیرو کے اخلاق وعادات پر ایک ایسی روشنی ڈالتا ہے جس کے بعد کسی اور ثبوت کے پیش کرنے کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

(ذیل میں سرسید احمد خاں کے بچپن کے حالات وواقعات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ واضح ہو سکے کہ سرسید احمد خاں بچپن ہی میں کیسے اوصاف کے مالک تھے۔)

سرسید کا بچپن

سرسید کے پیدا ہونے سے پہلے اُن کی بہن صفیۃ النساء بیگم اور اُن کے بھائی سید محمد خاں پیدا ہو چکے تھے۔ سید محمد خان کی ولادت کے بعد چند برس تک اُن کے والدین کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اِس لیے سید احمد خاں کے پیدا ہونے کی، اُن کو نہایت خوشی ہوئی۔ سرسید سے چند مہینے پہلے اُن کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا؛ جس کا نام حاتم علی خاں تھا۔ سرسید اپنے خاندان کے اکثر بچوں کی نسبت زیادہ قوی اور توانا اور ہاتھ پاؤں سے تن دُرست پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنی ماں کی زبانی بیان کرتے تھے کہ جب اِن کے نانا دوسری بار کلکتہ سے دلی میں آئے اور اِن کو پہلی بار ہی دیکھا تو کہا کہ یہ تو ہمارے گھر میں جاٹ پیدا ہوا ہے۔ سرسید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے بچپن میں جسمانی صحت اور فزیکل قابلیت کے سوا کوئی ایسی خصوصیت جس سے اُن کے بچپن کو معمولی لڑکوں کے بچپن پر بے تکلف فوقیت دی جا سکے، نہیں پائی جاتی تھی یعنی جیسا کہ بعض بچے ابتدا میں نہایت ذکی الطبع اور ہم جولیوں میں سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ سرسید میں کوئی اس قسم کا صریح امتیاز نہ تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے قوائے ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور وفکر سے بہ تدریج ترقی دی تھی اور اسی لیے اُن کی لائف کا آغاز معمولی آدمیوں کی زندگی سے کچھ زیادہ چمک دار معلوم نہیں ہوتا لیکن جس قدر آگے بڑھتے جایئے اسی قدر اُس میں زیادہ عظمت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہیرو کو معمولی آدمیوں کی سطح سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اِسی لیے بعض حکما کی یہ رائے ہے کہ محنت سے آدمی جو چاہے سو ہو سکتا ہے۔

الغرض جب سرسید پیدا ہوئے تو اُن کے والد نے شاید غلام علی صاحب سے نام رکھنے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب ہی نے بڑے بھائی کا نام محمد رکھا تھا اور اِن کا نام احمد رکھا۔ سرسید کے دادا، اِن کے والد کی شادی ہونے سے پہلے قضا ہو چکے تھے اور یہ اُن کے بہن بھائی، شاہ صاحب ہی کو "دادا حضرت" کہا کرتے تھے۔ سرسید کہتے تھے کہ شاہ صاحب کو بھی ہم سب سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتوں سے ہوتی ہے۔ شاہ صاحب

اکثر کہا کرتے تھے کہ گو خدا تعالیٰ نے مجھے اولاد کے جھگڑوں سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی کی اولاد کی محبت ایسی دے دی ہے کہ اُس کے بچوں کی تکلیف یا بیماری مجھے بے چین کر دیتی ہے۔

• سرسید کو مسماۃ بھاگ بی بی نے؛ جو ایک قدم خیر خواہ خادمہ اُن کے گھرانے کی تھی، پالا تھا اس لیے اِن کو "ماں بی بی" سے نہایت محبت تھی۔ وہ پانچ برس کے تھے جب ماں بی بی کا انتقال ہوا۔ اُن کا بیان ہے کہ مجھے خوب یاد ہے۔ ماں بی بی چند گھنٹے پہلے فالسے کا شربت مجھ کو پلا رہی تھی۔ جب وہ مر گئی تو مجھے اُس کے مرنے کا نہایت رنج ہوا۔ میری والدہ نے مجھے سمجھایا کہ وہ خدا کے پاس گئی ہے۔ بہت اچھے مکان میں رہتی ہے۔ بہت سے نوکر چاکر اُس کی خدمت کرتے ہیں اور اُس کی زندگی آرام سے گزرتی ہے۔ تم کچھ بھی مت کرو۔ ہم کو اُن کے کہنے سے پورا یقین تھا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے۔ مدت تک ہر جمعرات کو اُس کی فاتحہ ہوا کرتی تھی اور کسی محتاج کو کھانا دیا جاتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب کھانا ماں بی بی کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اُس نے مرتے وقت کہا تھا کہ میرا تمام زیور سید "کا ہے۔ اگرچہ میری والدہ اُس کو خیرات میں دینا چاہتی تھیں۔ ایک دن اُنھوں نے مجھ سے پوچھا کہ اگر تم کہو تو یہ گہنا، ماں بی بی کے پاس بھیج دوں؟؟ میں نے کہا: ہاں بھیج دو۔ والدہ نے وہ سب گہنے مختلف طرح سے خیرات میں دے دیے۔

بچپن میں سرسید پر نہ تو ایسی قید تھی کہ کھیلنے کودنے کی بالکل پابندی ہو اور نہ ایسی آزادی تھی کہ جہاں چاہیں اور جن کے ساتھ چاہیں کھیلتے کودتے پھریں۔ اُن کی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود اُن کے ماموں اُن کی خالہ اور دیگر نزدیکی رشتے داروں کے چودہ پندرہ لڑکے اُن کے ہم عمر تھے جو آپس میں کھیلنے کودنے کے لیے کافی تھے۔ اِس لیے اُن کو نوکروں کے بچوں اور اشرافوں کے آوارہ لڑکوں سے ملنے جلنے اور اُن کے ساتھ کھیلنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ اُن کے بزرگوں نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ جس کھیل کو تمھارا جی چاہے شوق سے کھیلو مگر کسی کھیل کو چھپا کر مت کھیلو۔ اس لیے سب لڑکے جو کھیل کھیلتے تھے؛ اپنے بڑوں کے سامنے کھیلتے تھے۔ اُن کے کھیلوں میں کوئی بات ایسی نہ ہوتی تھی جو اپنے بزرگوں کے سامنے نہ کر سکیں۔ خواجہ فرید کی حویلی جس میں وہ اور اُن کے ہم عمر لڑکے رہتے تھے۔ اُس کا چوک اور اُس کی چھتیں ہر قسم کی بھاگ دوڑ کے کھیلوں کے لیے کافی تھیں۔ ابتدا میں وہ اکثر گیند بلا، گیڑیاں، آنکھ مچولی، چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے۔ اگرچہ گیڑیاں کھیلنے کو اشراف معیوب جانتے تھے مگر اُن کے بزرگوں نے اجازت دے رکھی تھی کہ اس میں سب بھائی مل کر گیڑیاں کبڈی ہی کھیلو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اُن کا بیان تھا کہ باوجود اس قدر آزادی کے بچپن میں مجھے تنہا باہر جانے کی اجازت نہ تھی جب میری والدہ نے اپنے رہنے کی جدا حویلی بنائی اور وہاں آ رہیں تو باوجود یہ کہ اس حویلی میں اور نانا صاحب کی حویلی میں صرف ایک سڑک درمیان تھی۔ جب کبھی میں اُن کی حویلی میں جاتا تو ایک آدمی میرے ساتھ جاتا۔ اسی لیے بچپن میں مجھے گھر سے باہر جانے اور عام صحبتوں میں بیٹھنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتفاق نہیں ہوا۔

سرسید اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے۔ سرسید کہتے تھے کہ ایک بار میں شطرنج کھیلنے میں ایک اپنے رشتے دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مکے سے اُس کے ہاتھ کی اُنگلی اُتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی بھڑائی مار کٹائی ہوتی تھی مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔"

سرسید لکھتے ہیں کہ میرے نانا صبح کا کھانا اندر زنانے میں کھاتے تھے۔ ایک چوڑا چکلا دستر خوان بچھتا تھا، بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور بیٹوں کی بیویاں؛ سب اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بچوں کے آگے خالی رکابیاں ہوتی تھیں۔ نانا صاحب ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ کون سی چیز کھاؤ گے؟ جو کچھ وہ بتاتا وہی چیز چمچے میں لے کر اپنے ہاتھ سے اُس کی رکابی میں ڈال دیتے۔ تمام بچے بہت ادب اور صفائی سے ان کے ساتھ کھانا کھاتے

تھے۔ سب کو خیال رہتا تھا کہ کوئی چیز گرنے نہ پائے۔ ہاتھ کھانے میں زیادہ نہ بھریں اور نوالا چبانے کی آواز منھ سے نہ نکلے۔ رات کو کھانا وہ باہر دیوان خانے میں کھاتے تھے۔ میری والدہ اور میری چھوٹی خالہ کھانا کھلانے آتی تھیں۔ ہم سب لڑکے اُن کے سامنے بیٹھتے تھے۔ ہم کو بڑی مشکل پڑتی تھی۔ کسی کے پاؤں کا دھبا سفید چاندنی پر لگ جاتا تھا تو نہایت ناراض ہوتے تھے۔ روشنائی وغیرہ کا دھبا کسی کے کپڑے پر ہوتا تھا تو اُس سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ شام کو چراغ جلنے کے بعد اُن کے پوتے اور نواسے جو مکتب میں پڑھتے تھے اور جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ ان کو سبق سنانے جاتے تھے۔ جس کو سبق اچھا یاد ہوتا اُس کو کسی قسم کی عمدہ مٹھائی ملتی اور جس کو یاد نہیں ہوتا اُس کو کچھ نہ دیتے اور گھرک دیتے۔

گرمی اور برسات کے موسم میں اب بھی دلی کے اکثر باشندے سہ پہر کو جمنا پر جا کر پانی کی سیر کرتے ہیں اور تیرنے والے تیرتے ہیں۔ مگر پچاس برس پہلے وہاں تیرنے والوں کے بہت دل چسپ جلسے ہوتے تھے۔ سرسید کہتے تھے کہ میں نے بڑے بھائی سے، اپنے والد سے تیرنا سیکھا تھا۔ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایک طرف دلی کے مشہور تیراک مولوی علیم اللہ کا غول ہوتا تھا اور دوسری طرف ہمارے والد کے ساتھ سو سوا سو شاگردوں کا گروہ ہوتا تھا۔ یہ سب ایک ساتھ دریا میں کودتے تھے اور سارا گروہ تیرتا جاتا تھا۔ جب ہم دونوں بھائی تیرنا سیکھتے تھے۔ اُس زمانے میں بھی تیس چالیس آدمی، والد کے ساتھ ہوتے تھے۔ زینۃ المساجد کے پاس نواب احمد بخش خاں کے باغ کے نیچے جمنا بہتی تھی۔ وہاں سے تیرنا شروع ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت سب تیراک زینۃ المساجد میں جمع ہو جاتے تھے اور مغرب کی نماز جماعت سے پڑھ کر اپنے اپنے گھر چلے آتے تھے۔ میں ان جلسوں میں اکثر شریک ہوتا تھا۔"

تیر اندازی کی صحبتیں بھی سرسید کے ماموں نواب زین العابدین خاں کے مکان پر ہوتی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ "مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیر اندازی ہوتی تھی یاد نہیں مگر جب دوبارہ تیر اندازی کا چرچا ہوا وہ بہ خوبی یاد ہے۔ اُس زمانے میں دریا پر جانا موقوف ہو گیا تھا۔ ظہر کی نماز کے بعد تیر اندازی شروع ہوتی تھی۔ نواب فتح اللہ بیگ خان، نواب سید عظمت اللہ خاں، نواب ابراہیم علی خاں اور چند شاہ زادے اور رئیس اور شوقین اس جلسے میں شریک ہوتے تھے۔ میں نے بھی اسی زمانے میں تیر اندازی سیکھی اور مجھ کو خاصی مشق ہو گئی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا نشانہ جو تودے میں نہایت صفائی اور خوبی سے جا کر بیٹھا تو والد بہت خوش ہوئے اور کہا: مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے؟" یہ جلسہ برسوں تک رہا پھر موقوف ہو گیا۔"

اہلُ اللہ اور مقدس لوگوں کی عظمت کا خیال بچپن سے سرسید کے دل میں بٹھایا گیا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اکثر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں جاتے تھے اور شاہ صاحب سے ان کی عقیدت کا رنگ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ایک روپیہ اُن کے مزار پر چڑھایا کرتے تھے اور اُس روپے کا حق میرے والد کے سوا اور کسی کو نہ تھا۔ ایک دفعہ عرس کی تاریخ سے کچھ پہلے ایک مرید نے شاہ صاحب سے اجازت لے لی کہ اب کی بار نذر کا روپیہ مجھے عنایت ہو۔ میرے والد کو بھی خبر ہو گئی۔ جب شاہ صاحب نے روپیہ چڑھانے کا ارادہ کیا تو والد نے عرض کی کہ حضرت! میرے اور میری اولاد کے جیتے جی آپ نذر کا روپیہ لینے کی اوروں کو اجازت دیتے ہیں؟ شاہ صاحب نے فرمایا: نہیں، تمھارے سوا کوئی نہیں لے سکتا۔ میں اُس وقت صغیر سن تھا، جب شاہ صاحب نے روپیہ چڑھایا۔ والد نے مجھے کہا: جاؤ، روپیہ اُٹھا لو میں نے آگے بڑھ کر روپیہ اُٹھا لیا۔

سرسید کہتے تھے کہ مجھ کو اپنی بسم اللہ کی تقریب بہ خوبی یاد ہے۔ سہ پہر کا وقت تھا اور آدمی کثرت سے جمع تھے۔ خصوصاً حضرت شاہ غلام علی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ مجھ کو لا کر حضرت کے سامنے بٹھا دیا تھا۔ میں اس مجمع کو دیکھ کر ہکا بکا سا ہو گیا۔ میرے سامنے تختی رکھی گئی اور غالباً شاہ صاحب ہی نے فرمایا کہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم! میں کچھ نہ بولا اور حضرت صاحب کی طرف دیکھتا رہا۔ انھوں نے اُٹھا کر مجھے اپنی گود میں بٹھا لیا اور

فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھ کر پڑھیں گے اور اول بسم اللہ پڑھ کر اقرا کی اول آیتیں "مالم یعلم" تک پڑھیں۔ میں بھی اُن کے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا۔"

سر سید کہتے تھے کہ "شاہ صاحب اپنی خانقاہ سے کبھی نہیں اُٹھتے تھے اور کسی کے ہاں نہیں جاتے تھے۔ الا ماشاء اللہ، صرف میرے والد پر جو غایت درجہ کی شفقت تھی اس لیے کبھی کبھی ہمارے گھر قدم رنجہ فرماتے تھے۔

بسم اللہ ہونے کے بعد سر سید نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اُن کے ننھیال میں زمانہ قدیم سے کوئی نہ کوئی اُستانی نوکر رہتی تھی۔ سر سید نے اُستانی ہی سے جو ایک اشراف گھر کی پردہ نشین، بی بی تھی، سارا قرآن ناظرہ ان سے پڑھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ "میرا قرآن ختم ہونے پر ہدیہ کی مجلس جو زنانہ میں ہوئی تھی وہ اس قدر دل چسپ اور عجیب تھی کہ پھر کسی ایسی مجلس میں وہ کیفیت میں نے نہیں دیکھی۔"

(حیاتِ جاوید)

مشق

پڑھنا

ا۔ درج ذیل عبارت کو پڑھ کر دیے گئے سوالات کے جوابات لکھیں۔

اُن کا بیان تھا کہ "باوجود اس قدر آزادی کے بچپن میں مجھے تنہا باہر جانے کی اجازت نہ تھی جب میری والدہ نے اپنے رہنے کی جدا حویلی بنائی اور وہاں آ رہیں تو باوجود یہ کہ اس حویلی میں اور نانا صاحب کی حویلی میں صرف ایک سڑک درمیان تھی۔ جب کبھی میں اُن کی حویلی میں جاتا تو ایک آدمی میرے ساتھ جاتا۔ اسی لیے بچپن میں مجھے گھر سے باہر جانے اور عام صحبتوں میں بیٹھنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتفاق نہیں ہوا۔

سر سید اپنے کھیل کود کے زمانے میں بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکثر شوخی کیا کرتے۔ سر سید کہتے تھے کہ "ایک بار میں شطرنج کھیلنے میں ایک اپنے رشتے دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مکے سے اُس کے ہاتھ کی اُنگلی اُتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یوں ہی لڑائی بھڑائی مار کٹائی ہوتی تھی مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے۔"

سر سید لکھتے ہیں کہ "میرے نانا صبح کا کھانا اندر زنانے میں کھاتے تھے۔ ایک چوڑا چکلا دستر خوان بچھتا تھا، بیٹے بیٹیاں، پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں اور بیٹوں کی بیویاں؛ سب اُن کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بچوں کے آگے خالی رکابیاں ہوتی تھیں۔ نانا صاحب ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ کون سی چیز کھاؤ گے؟ جو کچھ وہ بتاتا وہی چیز چمچے میں لے کر اپنے ہاتھ سے اُس کی رکابی میں ڈال دیتے۔ تمام بچے بہت ادب اور صفائی سے ان کے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سب کو خیال رہتا تھا کہ کوئی چیز گرنے نہ پائے۔ ہاتھ کھانے میں زیادہ نہ بھریں اور نوالا چبانے کی آواز منھ سے نہ نکلے۔

سوالات:

i۔ عبارت کی روشنی میں بتائیے کہ والدین کو بچوں کے کھیل کُود کے حوالے سے کس بات کا خیال رکھنا چاہیے؟

ii۔ کھیل کُود کے زمانے میں سر سید احمد خان کی شخصیت کیسی تھی؟

iii۔ سر سید کے نانا جان کے ہاں صبح کے کھانے کی روایت کیسی تھی؟

iV۔ عبارت کی روشنی میں بتائیے کہ کھانا کھانے کے دوران کن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھا جانا ضروری ہے؟

v۔ ناناجان کھانے کے دوران بچوں کا کس طرح خیال رکھتے تھے؟

۲۔ سبق "سرسید کا بچپن" کو اس کے اسلوب (سادگی اور سلاست) اور بیان (مدعا نگاری/ مقصدیت) کو مدنظر رکھتے ہوئے پڑھیں۔ پڑھتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ الطاف حسین حالی نے اپنے فکری و نظریاتی پیر و مرشد سرسید احمد خان کی پیروی میں نظم و نثر کو "ادب برائے زندگی" کے نظریے کی ترویج واشاعت کے لیے نہ صرف وقف کیا بلکہ مسلمانانِ برصغیر پاک و ہند کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ الطاف حسین حالی کی تحریروں کی ایک بڑی خوبی مدعا نگاری (مقصدیت) کو بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اس سبق میں ایک بڑی شخصیت کے بچپن کا احوال ہمارے سامنے رکھا گیا جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اولاد کی تربیت اور پرورش شروع دن ہی سے ایک خاص انداز سے کی جانی چاہیے۔ آزادی، روک ٹوک اور پابندی کا خیال بھی کرنا چاہیے کہ بچہ آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر بالکل ہی باغی نہ ہو جائے اور بے جا سخت گیری اور پابندی سے اس کی فطری قابلیت اور صلاحیت ہی کہیں نہ دب کے رہ جائے۔

رسید نویسی

رسید کے لغوی معانی ہیں کسی چیز خبر یا آدمی کا پہنچنا۔ اصطلاح میں کسی چیز وغیرہ کی رقم کی وصولی کی تحریری دستاویز کو رسید کہتے ہیں۔ لین دین میں تحریری دستاویز کی بڑی اہمیت ہے کیوں کہ اس کی عدم موجودگی میں اس بات کا امکان رہتا ہے کہ چیز یا رقم لینے والا جان بوجھ کر غلطی سے اس کی وصولی سے مکر جائے۔ رسیدیں کئی طرح کی ہو سکتی ہیں مگر انھیں تحریر کرتے وقت چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے:

i۔ رسید میں اس چیز یا رقم کا اندراج وضاحت سے کیا گیا ہو جس کا لین دین کیا جا رہا ہے۔

ii۔ رسید میں لین دین کرنے والے دونوں فریقوں کا نام مع ولدیت اور مکمل پتا ضرور درج ہو۔

iii۔ فریقین کے علاوہ گواہوں کے نام اور دستخط بھی موجود ہونے چاہییں۔

iv۔ رسید میں، جس رقم کا لین دین کیا جا رہا ہو اس کا اندراج لفظوں اور ہندسوں دونوں صورتوں میں ہونا چاہیے۔

v۔ رسید پر تاریخ کا اندراج بھی ضروری ہے۔

اس کے علاوہ بھی مختلف مقاصد کے لیے مرتب کردہ دفتری اور عدالتی مواد (داخلہ فارم، اقرار نامہ برائے تعلیمی اسناد، تہنیت نامے، عرضی وغیرہ) پر مبنی دیگر متن پڑھیں اور ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقف ہوں کہ ان میں کس کو کس مخصوص مقصد کے لیے وقت کے کس دورانیے میں مخاطب کیا گیا ہے۔ استاد محترم/ استانی صاحبہ کی رہ نمائی میں سکول کے دفتر میں موجود عمومی غیر رسمی مواد (سرکاری، دفتری مواد سے ہٹ کر) کو پڑھیں اور ان کے مقاصد و تحریر کی اہمیت سے واقفیت حاصل کریں۔

اس مقصد کے حصول کے لیے ذیل میں نمونے کے طور پر رسید برائے گاڑی کی خریداری" دی جا رہی ہے:

رسید برائے خریداری گاڑی

میں مسمی محمد افضال ولد محمد ارسلان، ساکن فیصل آباد نے ایک عدد گاڑی جو کہ ہنڈا کمپنی کی ہے، ماڈل ۲۰۲۲، رنگ سفید رجسٹرڈ نمبر اے بی ڈی ۴۷۰ جیسی ہے جہاں ہے" کی بنیاد پر جناب محمد سلیمان ولد محمد کامران، ساکن آسیہ محلہ راول پنڈی (شناختی کارڈ نمبر ۳۲۱) سے خریدی ہے۔

گاڑی کی قیمت مبلغ (۲۰۰۰۰۰۰ روپے) بیس لاکھ روپے، جن کا نصف (۱۰۰۰۰۰۰ روپے) دس لاکھ روپے ہوتے ہیں نقد ادائی کر دی ہے۔ گاڑی کے اصل کاغذات بھی مسمیٰ محمد سلیمان سے وصول کر لیے ہیں جن پر آج کی تاریخ کے بعد کسی حادثے وغیرہ کی ذمہ داری نہ ہوگی۔

مورخہ: ۲۵ مئی ۲۰۲۴ء

العبد

گواہ نمبر ۱		گواہ نمبر ۲
نام۔۔ ولد۔۔۔	افضال احمد ولد محمد ارسلان	نام۔۔۔ ولد۔۔
شناختی کارڈ نمبر: ۳۲۱	شناختی کارڈ نمبر: ۴۵۶	شناختی کارڈ نمبر: ۷۸۹
پتا۔۔۔۔۔	پتا۔۔۔۔۔۔	پتا۔۔۔۔۔۔۔

۳۔ ایک کمپیوٹر کی فروختگی کی رسید لکھیں۔

۴۔ "سرسید کا بچپن" کے پڑھے گئے متن کے درج ذیل حصے کو دہراتے ہوئے متعلقہ حوالے دے کر دلائل کے ساتھ تشریح کریں۔

بسم اللہ ہونے کے بعد سرسید نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اُن کے ننھیال میں قدیم سے کوئی نہ کوئی اُستانی نوکر رہتی تھی۔ سرسید نے اُستانی ہی سے جو ایک اشراف گھر کی پردہ نشین بی بی تھی۔ سارا قرآن ناظرہ ان سے پڑھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ میرا قرآن ختم ہونے پر ہدیہ کی مجلس جو زمانے میں ہوئی تھی وہ اس قدر دل چسپ اور عجیب تھی کہ پھر کسی ایسی مجلس میں وہ کیفیت میں نے نہیں دیکھی۔"

لکھنا

۵۔ درج ذیل اقتباس کا اردو ترجمہ کریں۔

Multan is a city in the Punjab Province of Pakistan and it is located in the southern part of the province, and is steeped in history. It has a population of 5.36 million (according to 2023 census), making it the seventh largest city in Pakistan. It is built just east of the Chenab River, more or less in the geographic center of the country and about 885 km from Karachi by road. Multan is known as the 'City of Pirs and Shrines', and is a prosperous city of bazaars, mosques and superbly designed tombs. The Multan International Airport connects flights to major cities in Pakistan and other International countries. The city's industries include metal working, flour, oil milling, textiles manufacturing, fertilizer, soap, and glass. Multan is also known for its handicrafts, especially pottery and enamel work.

خاکہ یا مرقع نگاری:

اس غیر افسانوی صنف میں کسی شخص کی شخصیت اور زندگی کے حقیقی خدوخال اور پہلوؤں کو اس طرح نمایاں کر کے تحریر کیا جاتا ہے کہ ایک دل چسپ انداز میں ایک جیتی جاگتی شخصیت کے افکار و خیالات، خوبیوں اور خامیوں کی تصویر کشی ہو جائے۔ خاکہ نگار اپنی تحریر کو پُر اثر بنانے کے لیے حقائق، واقعات اور مشاہدات کے ساتھ ساتھ ذاتی تاثرات بھی شامل کر لیتا ہے۔ اردو ادب میں مرزا فرحت اللہ بیگ، رشید احمد صدیقی، مولوی عبدالحق، شاہد احمد دہلوی، محمد طفیل، چراغ حسن حسرت اور دیگر نے خاکہ نگاری کی صنف میں نمایاں کام کیا ہے۔

کسی فرد کی شخصی خوبیوں کو دل چسپ اور ادبی پیرائے میں اس طرح بیان کرنا کہ قاری اس شخصیت کا مجموعی تاثر قبول کرے اور اس کے بارے میں رائے دینے کے قابل ہو جائے، مرقع نگاری کہلاتا ہے۔ شخصی خاکہ بھی اسی سے ملتی جلتی صنف ہے تاہم اُس میں تفصیلات بیان ہوتی ہیں۔

د۔ یہ سبق پڑھنے کے بعد سرسید احمد خان کے بچپن کے حوالے سے ایک خاکہ تحریر کریں ۔(سنجیدہ یا فکاہیہ دونوں میں سے ایک)

قواعد/زبان شناسی

ے۔ جملے کی ساخت، بناوٹ، روزمرہ محاورے کے لحاظ سے درج ذیل غلط فقرات کی درستی کریں:

i. وہ دنوں دن امیر ہو گیا
ii. موسم برسات کے اوپر ایک مضمون لکھو۔
iii. آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتا ہوں۔
iv. اکرم تو ناک پر مچھر نہیں بیٹھنے دیتا۔
v. آپ کا حکم سر ماتھے پر۔
vi. تم جھوٹ کیوں مارتے ہو؟
vii. آسمان سے گرا پہاڑ میں اٹکا۔
viii. شیطان کی نانی ہونا۔
ix. پانچ چھے گیارہ ہونا۔
x. خیالی کھیر پکانا۔

سرگرمیاں

ا۔ طلبہ گھر سے مختلف حروف (جار، اضافت، تحسین، تشبیہ، ندا، استفہام، علت، عطف) کے کارڈ بنا کر لائیں اور کلاس کے دیگر طلبہ کو دکھا کر ان کی شناخت کرائیں اور ان حروف کی قواعد کے لحاظ سے تعریف بھی لکھوائیں۔

۲۔ اپنے مطالعے، تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں اپنے ہم جماعت طلبہ کے سامنے درج ذیل موضوعات میں سے کسی ایک پر درست تلفظ اور لب و لہجے سے زبانی تقریر کریں۔

- برداشت اور رواداری
- انفارمیشن ٹیکنالوجی
- انسداد منشیات